دو بیویاں

(از مولانا قاضی زین العابدین صاحب سجاد میرٹھی (فاضل دیوبند)

(۱)

آہ، وہ بدقسمت نوجوان، جس کو میں نے کل صبح کلب کے ایک گوشہ میں آرام کرسی پر لیٹا دیکھا! اُس کی حسین پیشانی پر رنج وغم کی بدلیاں چھا رہی تھیں اور اُس کی گردن اس کے سینہ پر اس طرح جھکی ہوئی تھی گویا اُس کا دل اُڑا جاتا ہے اور وہ اپنے دونوں بازوؤں کو پوری طاقت سے اُسے روکے ہوئے ہے۔

میں نے اُس سے پوچھا، اے دوست کیا بات ہے؟ اُس نے جواب دیا کچھ نہیں۔ میں نے کہا تم مجھ سے اپنے دل کی بات چھپاتے ہو، اگر تم مجھے پہچاننے کی کوشش کرتے تو کبھی ایسا نہ کرتے۔ اُس نے جواب دیا جب سے میری آپ سے ملاقات ہوئی ہے آپ کو خوب پہچانتا ہوں مگر بات یہ ہے کہ میں نے خدا سے عہد کر رکھا ہے کہ میں اپنا درد اُسی سے بیان کرونگا جس سے دوا کی اُمید ہو اور مجھے یقین ہے کہ دنیا کے پردہ پر میرے درد کی دوا نہ آپ کے پاس ہے اور نہ کسی دوسرے انسان کے پاس۔

میں نے کہا آپ مجھے تھوڑی دیر کے لیے ڈاکٹر ہی فرض کر لیجیے۔ ڈاکٹر اگرچہ بہت کم مریض کا مرض دور کرتا ہے مگر اکثر اس کی تسلی تو کر ہی دیتا ہے۔ اسی طرح اگر میں بھی تمہارے مرض کا علاج نہ کر سکوں تو تسلی تو کر ہی دونگا۔ دیکھو جب پانی زیادہ جوش مارنے لگتا ہے تو اس میں پھونک مارنے کی ضرورت ہوتی ہے، ورنہ وہ برتن کو اُڑا دیگا۔

میری یہ گفتگو اُس نے توجہ سے سُنی اور میرے استدلال کو اس نے تسلیم کر لیا اور آخر اُس نے مجھ اپنی داستان سُنانی شروع کی جسے جا بجا ٹھنڈے سانس اور گرم آنسو قطع کر کر دیتے تھے۔ اس نے بیان کیا:-

(۲)

کئی سال گذرے میرے والد مرحوم نے میری شادی ایک ایسی جاہل و نادان لڑکی سے کردی جو شادی کا مفہوم حظِ نفس کے سوا کچھ نہ سمجھتی تھی۔ اور انہیں فخر تھا کہ میری شریکِ حیات ایک پروردۂ ناز و نعمت، صاحبِ جاہ و ثروت، شریف و نجیب خاتون منتخب کی گئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ میری بیوی بہت بڑی جائداد کی مالک تھی، مگر شاید وہ بھول گئے کہ میں نے زندگی کی اس نئی منزل میں ایک سوداگر کی حیثیت سے جس کا مطمحِ نظر روپیہ کمانا ہو قدم نہیں رکھا تھا۔ بلکہ ایک شوہر کی حیثیت سے جس کا مقصود ایک رفیقِ زندگی کی تلاش تھی، جو حوادث و افکار کے وقت غمگسار و چارہ ساز ہو اور سکون و اطمینان کے زمانہ میں دلدار و دلنواز۔ میں ایسی عورت کا کیا کرتا جو خود اپنے بچہ کو دودھ بھی نہ پلا سکے اور تبدیلِ لباس کے لیے دوسروں کی مدد کی محتاج ہو۔ وہ دولتمند سہی، مگر اُس کی دولت تو خود اُس کے لیے بھی کافی نہ تھی۔ انسانی زندگی کی غیر محدود ضروریات میں سے ہر ضرورت کی تکمیل کے لیے اس کو ایک مستقل خادمہ درکار تھی اور اس لیے اسے ہر وقت خادماؤں اور ماماؤں کی فوجیں گھیرے رہتی تھیں۔ پھر چونکہ بدقسمتی سے وہ حسین نہ تھی اس لیے اُسے ہر مہینہ ایک گرانقدر رقم مصنوعی حسن و جمال کی خریداری میں بھی صرف کرنی پڑتی تھی۔

میں اس پر بھی صبر کر سکتا تھا اگر وہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیتی، مگر افسوس کہ اُس نے میرے قدموں کی ہر حرکت اور میری نگاہوں کی ہر گردش پر سنسر قائم کر دیا تھا اور اُس کی بدگمانی کی یہ حالت تھی کہ اگر میں کسی وقت اپنی زندگی کی تلخی پر آہیں کھینچتا تو وہ اُنہیں عشق کی آہیں قرار دیتی اور اگر اس کے بُرے برتاؤ پر آنسو بہاتا تو وہ اُنہیں محبت کے آنسو سمجھتی۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ وہ میرے اعمال و افعال کے محاسبہ کا دفتر اُس وقت کھولتی جب میں مطالعہ کتاب یا محادثۂ نفس میں مشغول ہوتا۔ اب اگر میں خاموش رہتا تو میری خاموشی کو وہ اپنی توہین سمجھتی اور اگر میں اسے جواب دیتا تو میرے جواب سے بھڑک اٹھتی۔ اس کا خیال تھا کہ کتاب اس کی سب سے بڑی رقیب ہے۔ اور مصنفین نے کتابیں محض اُس سے اپنی دشمنی کا انتقام لینے کے لیے تصنیف کی ہیں۔

غرض وہ یہ سمجھتی تھی کہ خدا نے اُسے محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ عمر کی ہر منزل میں کھلاڑ بچی بنی رہے اور میں اُس کے ہاتھوں کا کھلونا۔ نہ میں لکھوں پڑھوں، نہ اپنے نفس کے حقوق ادا کروں، نہ زندگی کے فرائض انجام دوں۔ بلکہ ہر وقت اس کی بیہودہ تقریروں کی طرف ہمہ تن گوش بنا رہوں جو سہیلیوں کی تعریف و تنقیص یا لباس و زیور کی تنقید و تقریظ پر مشتمل ہوتی تھیں۔ اگر میں اس کی اس خواہش کو پورا کرتا تب تو معاملہ ٹھیک رہتا ورنہ وہ ایک لمحہ میں خونخوار شیرنی بن جاتی اور پھر جگر خراشی و دلآزاری کا کوئی پہلو باقی نہ چھوڑتی۔

ان حالات میں، میں اس کی رضامندی کی مصیبتوں اور ناراضی کی تکلیفوں سے لبریز، زندگی کے ایسے جہنم میں کروٹیں بدل رہا تھا جس سے موت کا گوشۂ عافیت ہزار درجہ بہتر تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ پانی سر سے گزر گیا ہے اور کوئی تدبیر بن نہیں پڑتی تو میں نے اس سے شرعی تعلق منقطع کر لیا۔ اب میری نگاہوں میں کوئی چیز شرافت سے زیادہ ذلیل اور دولت سے زیادہ حقیر نہ تھی۔

(۳)

میں نے کہا لیکن اے دوست پھر تم اب کیوں رنجیدہ ہو؟ اُس نے جواب دیا جناب میری داستانِ حیات کا ایک حصہ ابھی باقی ہے۔ جاہل و کندۂ ناتراش بیوی سے چھٹکارا پانے کے بعد میں نے تعلیم یافتہ، مہذب بیوی کی تلاش شروع کر دی کیونکہ مجھے یقین تھا کہ میری نئی ازدواجی زندگی جس کا افتتاح میرے اپنے ہاتھوں ہوتا تھا میرے لیے پیام عیش و نشاط ثابت ہوگی اور گذشتہ رنج و تلخی کی مکافات ہو جائیگی۔

اتفاق سے میرے پڑوس میں ایک تعلیم یافتہ اور روشن خیال بزرگ وارد ہوئے۔ میری ان سے راہ و رسم ہو گئی۔ مجھے معلوم ہوا کہ ایک حسین و جمیل لڑکی جو تعلیم و تہذیب کے زیوروں سے آراستہ ہے ان کے گھر کی رونق ہے۔ اس علم کے بعد میں نے اُس لڑکی سے بھی تعلقات پیدا کیے اور یہ ایک ایسے گھر میں جو تمدنِ جدید کی روشنی سے منور ہو کچھ مشکل نہ تھا۔ چنانچہ جو کچھ میں نے سُنا تھا اُسے صحیح پایا اور لڑکی نے بہت جلد میری دل

میں گھر کرلیا۔ میں نے ان صاحب کو لڑکی کے لیے پیام بھیجا جو بخوشی قبول کر لیا گیا۔ اس کامیابی کی مسرت نے مجھے دیوانہ بنا دیا اور مجھے ایسا معلوم ہونے لگا کہ میری اُمیدوں کے آسمان میں ایک ستارہ دمک رہا ہے۔ جس نے میری زندگی کی تاریکیوں کو جگمگا دیا ہے۔ اور مجھے یقین ہوگیا کہ ظالم زمانہ نے اپنے ان گناہوں کے کفارہ کا ارادہ کرلیا ہے جن کا اُس نے میرے ساتھ ازدواجی زندگی کو برباد کرکے ارتکاب کیا تھا۔ میں نے خوشی خوشی شادی کے انتظامات شروع کردیے اور بڑے وسیع پیمانہ پر اس تقریب سعید کو انجام دینے کا اہتمام کرلیا۔

شادی سے ایک روز پہلے جبکہ میں آنے والی راحتوں کا عالمِ تخیل میں مزا لوٹ رہا تھا، ایک نوجوان مجھے ایک لفافہ دیا۔ آہ وہ لفافہ میرے عیش و راحت کی خیالی دنیا پر بم بن کر گرا۔ لیجیے یہ ہے وہ، ملاحظہ فرمائیے۔ اس میں آپ میری مُخزنیہ کا آخری باب مطالعہ کرینگے۔ میں نے نوجوان سے لفافہ لے کر کھولا تو ایک فوٹو نکلا جس میں ایک حسین لڑکی ایک مست شباب نوجوان کے گلے میں باہیں ڈالی بیٹھی تھی۔ فوٹو کے ساتھ ایک خط منسلک تھا جس کا مضمون یہ ہے:۔

جناب والا — مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے .... کے لیے اُس کے والد کے پاس پیام بھیجا تھا اور وہ پیام منظور بھی کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ عنقریب شادی کے مراسم ادا ہونے والے ہیں، مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس لڑکی کے متعلق آپ سخت مغالطہ میں مبتلا ہیں۔ وہ لڑکی ایک دوسرے نوجوان کی محبت کے جال میں گرفتار ہے لہٰذا ناممکن ہے کہ آپ کی ہو کر رہے لہٰذا اپنے فیصلہ پر دوبارہ غور کیجیے اور اُس سے ہاتھ دھو لیجیے۔ اگر آپ کو میری اطلاع کی صحت کا ثبوت حاصل کرنا ہو تو منسلکہ فوٹو ملاحظہ فرمائیں۔

دستخط

اس خط کو پڑھ کر اور فوٹو کو دیکھ کر، میرے بدن میں (۴) کپکپی پیدا ہوگئی اور میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا لیکن میں نے پوری کوشش سے اپنے آپ کو سنبھالا، اور لفافہ اُسے واپس دیتے ہوئے کہا:۔

اے دوست ایک بدکار لڑکی کے جال میں پھنسنے سے پہلے تمہیں اسکی حقیقت معلوم ہوگئی تو یہ رنج کی کیا بات ہے؟ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو اس بیحیا کی یاد میں آنسو بہانے کی بجائے اُسکی صورت پر تھوکتا اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا کہ اُس نے مجھے ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے بچا لیا، رہا شادی کا معاملہ تو اسکے متعلق ایک آزمودہ کار